سلسلۂ اشاعت قرآن حیدرآباد دکن

۱۹۳۰

بابتہ محرم الحرام ۱۳۴۹ ہجری

جلد — نمبر

بچوں کی تفسیر

امن و سلامتی کا پیغام

مرتبہ

ابو محمد مصلح کان اللہ لہ

دفتر

قرآنی تحریک حیدرآباد دکن

چندہ سالانہ دس روپے   ماہوار پرچے کی قیمت ایک روپیہ

ہمدردانِ قرآن

برادرم آفتاب احمد اور رفیق احمد سلمہم نے اپنی طرف سے "بچوں
کی تفسیر" ایک ہزار چھپوا کر "قرآنی تحریک فنڈ" میں داخل
فرمائیں۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

دعاگو

ابو محمد مصلح

چند ہدایتیں

حدیث شریف میں ہے " تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور تعلیم دے" مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ تعلیم دینے والے کی نگاہ میں اس کی پوری وقعت ہو۔ قرآن اللہ کا کلام ہے اس کا فائدہ دین اور دنیا ہر دو کا حصول ہے اس سے انسانیت آتی ہے روح کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے زندگی نصیب ہوتی ہے، دلوں کی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ جذباتِ عالیہ پیدا ہوتے ہیں، اخلاقِ فاضلہ سے آراستگی ہوتی ہے۔ حق اللہ اور حق العباد کی ادائیگی کا خیال ہوتا ہے۔ غرض تعلیم حاصل کرنے والا ایک مریض ہے جس کو قرآن کی تعلیم سے بیک وقت دوا، پرہیز اور شفا حاصل ہوتی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں قرآن سیکھنے کی غرض سے حاضر ہوتے تھے لیکن جب واپس ہوتے تھے تو لوگوں کو ہدایت کرتے تھے آج بھی ہمارا یہی حال ہونا چاہیئے اور قرآنی تعلیم کا یہی مقصد قرار دینا چاہیئے۔

معلمین قرآن کو معلوم ہونا چاہیے کہ بچیاں آگے چلکر مائیں ہوں گی اور ننھے بچے بڑھ کر جوان ہوں گے اور کوئی دن جاتا ہے کہ اسلام کی علم برداری

ان کو اختیار کرنا ہوگی۔ اس لیے ابھی سے ان کو اسلام کے شاندار مستقبل کا پیش خیمہ بنانا چاہیئے۔

قرآن کی تعلیم کا اجر اللہ ہی پر ہے اس لیے جس قدر محنت اور دلسوزی برداشت کی جائیگی بہتر ہے۔ بچوں کو مارنا، بے وجہ ڈانٹنا، جھڑکیاں اور گوشمالی ہرگز نہیں دینی چاہیئے۔ اپنی شیریں زبانی اور شفقت سے قرآن کی تعلیم کو مزیدار اور دلچسپ بنادینا چاہیئے۔ تاکہ بچے شوق سے اس طرف متوجہ ہوں۔

اگر بچہ اس لائق ہے کہ عربی الفاظ کی ہجے کر لیتا ہے تو مخارج کو صحت کے ساتھ ادا کرانا چاہیے۔ عربی الفاظ کو زبانی یاد کراتے جانا چاہیے، اور ساتھ ہی ساتھ معنی کو بھی۔ یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ ایک وقت یا ایک دن صرف عربی الفاظ یاد کرائے جائیں۔ اور دوسرے وقت یا دوسرے دن معنی کا سبق ہو خوش اسلوبی اور ذرا محنت کے ساتھ ایسا کرنے سے، قرآن، قرآنی عربی، اور دوسری زبان بھی آجائے گی۔ جس میں معنی یاد کیے گئے ہوں گے۔

جو بچہ یا جو بچی جس لائق ہو اُس کی سمجھ میں آجانے والے الفاظ سے جملہ اور آیت کا مفہوم و مطلب بھی سمجھاتے جانا چاہیئے۔ اور کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ جو کچھ پڑھایا گیا اُس کا فائدہ بھی ضرور ہو۔

بچے ہوں تو فعل اور ضمیر مذکر اور بچیاں تعلیم پانے والی ہوں تو مونث بھی استعمال کرا سکتے ہیں۔ جیسے میں آیا اور میں آئی وغیرہ

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید بے معنی و مطلب کا ہرگز نہ پڑھایا جائے

اہمیت ہے اس کا علم و عمل اختیاری نہیں بلکہ لازمی ہے۔

والدین کا فرض ہے کہ سب سے پہلے اپنی بچیوں اور بچوں کو مسلمان بنانے والی کتاب قرآن مجید سے صحیح معنوں میں آشنا کریں اپنا بنانے سے زیادہ ان کو خدا کا بنائیں۔ خدائی حکومت، عبدیتِ الٰہی اور محبتِ الٰہی کا سبق دیں ورنہ قیامت کے دن سخت باز پرس میں مبتلا ہوں گے اسلام کو تباہی سے بچانا اور دنیا کی امن و سلامتی قرآنی تعلیم میں ہے اور اگر آیندہ نسل اس سے آراستہ نہ کی گئی اور اس کے سبب والدین بنے تو بڑی شرم کی بات ہے۔

والدین کا فرض ہے کہ اپنی اولاد کو آپ قرآنی تعلیم دیں اور اگر یہ ناممکن ہو تو پھر جو کچھ وہ دوسروں سے پڑھیں اس کو ہر روز سُن اور سمجھ لیا کریں

میری دلی تمنا ہے کہ ہر مسلمان بچہ اور ہر مسلمان بچی معنی و مطلب کے ساتھ اسی نیت سے قرآن ضرور حاصل کرے کہ اس پر عمل بھی کرنا ہے رب العزت توفیق عطا فرمائیں۔ اور معین و مددگار ہوں۔

"بچوں کی تفسیر" زبان اور عبارت کے اعتبار سے یقیناً ذرا مشکل ہے مگر اسکے حل کا واسطہ چونکہ والدین اور استاد کو قرار دیا ہے اسلئے حل ممکن ہے اللھم انفعنا بالقرآن العظیم آمین

ابو محمد مصلح

تعلیم قرآن

ہندوستان کے ایک اخبار میں تعلیم قرآن سے متعلق ایک مفید مضمون شایع ہوا ہے۔ جس کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے (مصلح)

خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہاتھوں میں سب سے پہلی کتاب جو دی وہ یہی قرآن مجید ہے۔ اسی بنا پر مسلمانوں کی تعلیم کا سلسلہ قدرتی طور پر اسی مقدس کتاب سے شروع ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے ہی حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت ابن مکتومؓ کو جس کتاب کی تعلیم کے لئے مدینہ روانہ فرمایا۔ وہ یہی مقدس کتاب تھی۔ ہجرت کے بعد اصحاب صفہ کا ایک مستقل حلقۂ درس قایم ہوا۔ اور اُن کے نصاب تعلیم میں اس کتاب کے سوا اور دوسری کتاب شامل نہ تھی زیادہ سے زیادہ یہ کہ ان میں سے بعض لوگ لکھنے کی بھی مشق کر لیتے تھے۔ رسول صلعم کی خدمت مبارک میں جو وفود آتے تھے وہ بھی اسی کتاب کا درس حاصل کر کے جاتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد جب حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں نظام حکومت نے وسعت اختیار کی تو انھوں نے بھی اسی مقدس کتاب کی تعلیم کے لئے مکاتیب قائم کئے۔ کبار صحابہ کو مختلف شہروں میں اس کی تعلیم کے لئے روانہ فرمایا اور اس کی جبری تعلیم کا بھی انتظام کیا جو لوگ پورے قرآن کی تعلیم نہیں حاصل کر سکتے تھے ان کے لیے کم از کم

ضروری سورتوں، یعنی بقرہ، نساء، مائدہ، حج اور نور کی تعلیم ضروری قرار دی، کیونکہ ان میں احکام و فرائض مذکور تھے۔

تعلیم قرآن کی اس ابتدائی اور اجمالی تاریخ کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں تعلیم قرآن کا جو سلسلہ قایم ہے وہ اُس تاریخی سلسلہ کے ساتھ مربوط ہے۔ اور چونکہ مذہبی حیثیت سے دورِ رسالت اور دورِ صحابہ تاریخ اسلام کے سب سے زیادہ مقدس دور خیال کیے جاتے ہیں۔ اس لیے مسلمان اس مبارک دور کی تعلیمی یادگار کے قائم رکھنے میں حق بجانب خیال کئے جاسکتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ اس طریقہ تعلیم سے اور بھی متعدد فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً

(۱) جو لوگ بدقسمتی یا ناداری یا اور کسی اتفاقی وجہ سے پوری دینی تعلیم نہیں حاصل کر سکتے وہ کم از کم اپنے مذہب کی سب سے زیادہ مقدس کتاب کو پڑھ ہی لیتے ہیں۔

(۲) مسلمانوں میں حفاظ کا ایک گروہ موجود رہنا ضروری ہے، اور حفظ قرآن کے لیے سب سے زیادہ موزوں سن ہی بچپن کا ہوتا ہے۔

(۳) تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ بچپن میں قرآن مجید نہیں پڑھتے بلکہ اس کے بعد قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید کے تلفظ میں غلطی کرتے ہیں۔ اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بچوں کی طرح قرآن مجید کے الفاظ کو رٹ نہیں سکتے۔

(۴) قرآن مجید سے مسلمان بچے کی تعلیمی ابتدا ایک بابرکت

طریقے سے ہوجاتی ہے۔ غالباً ان ہی مصالح اور انہی تاریخی روایات کی بنا پر مسلمانوں کی تعلیم کا دیباچۂ زرین ہمیشہ قرآن مجید ہی رہا۔ اگرچہ بعد کو اس کے ساتھ اور چیزوں کی تعلیم بھی شامل ہوگئی۔ لیکن ان کی ابتدائی تعلیم کا نمایاں جزو بھی قرآن مجید ہی رہا۔ لیکن با ایں ہمہ اس میں مختلف تغیرات ہوئے اور ان تغیرات سے تعلیم قرآن کا ایک مستقل تاریخی دور قائم ہوگیا۔ جو اگرچہ اب قائم نہیں ہے تاہم اس کی تاریخ موجود ہے۔ اور اسکو پڑھ کر ہم تعلیم قرآن کے مختلف طریقوں کے نتائج پر غور کر سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون نے مقدمۂ تاریخ میں ایک مستقل فصل قائم کی ہے جس کا عنوان یہ ہے۔ "بچوں کی تعلیم اور اس کے متعلق اسلامی شہروں کے مختلف طریقے" اور اس فصل میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

"بچوں کو قرآن مجید کی تعلیم دینا دین کا ایک شعار ہے۔ تمام قوم نے اسے اختیار کیا ہے اور تمام شہروں میں یہی روش قایم ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی آیات اور بعض حدیث سے ایمان اور عقیدہ کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس تعلیم سے ملکات حاصل ہوتے ہیں اس کی اصل قرآن مجید ہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن کی تعلیم نہایت راسخ اور بچپن کے بعد کے زمانہ کے لیے اصل ہوتی ہے۔ کیونکہ پہلی تعلیم ملکات کی بنیاد ہوتی ہے اسی بنیاد کے مطابق اور تمام حالات پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن تعلیم قرآن کے متعلق لوگوں کے طریقے مختلف ہیں۔ اور یہ اختلاف ان ہی ملکات کی بنا پر پیدا ہوا ہے جو اس تعلیم سے

حاصل ہوتے ہیں۔ مثلاً بچوں کی تعلیم کے متعلق اہل مغرب کا طریقہ صرف تعلیم
قرآن تک محدود ہے۔ اور وہ اس تعلیم کے زمانہ میں قرآن مجید لکھواتے
بھی ہیں۔ اس کے سواوہ بچوں کی تعلیم میں، حدیث، فقہ، شعر اور کلام
عرب کی آمیزش نہیں کرتے، یہاں تک کہ بچہ یا تو قرآن مجید کا ماہر ہوجاتا
ہے یا اس کی تعلیم صرف قرآن مجید ہی پر ختم ہوجاتی ہے، اسی لیے یہی
اس کی ابتدائی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اور یہی آخری بھی۔ بربر کی جو آبادیاں
اہل مغرب کی مقلد ہیں، ان کا بھی یہی طریقہ ہے، اور یہ طرز تعلیم حد بلوغ
سے گزر کر زمانہ شباب تک قایم رہتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک
آدمی بھی کافی عمر گزرنے پر تعلیم حاصل کرے تو اسکو بھی یہی طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے اسکا نتیجہ یہ ہے
کہ اہل مغرب اور لوگوں سے بہتر قرآن مجید کو لکھنے لگے ہیں اور انکو قرآن مجید اوروں سے زیادہ یاد ہوتا ہے
قرآن مجید کا جو طریقہ عادتاً رائج ہوگیا ہے اس کے چند اسباب ہیں۔

(۱) حصول برکت و ثواب۔

(۲) شباب کے زمانہ میں جو جنون کا زمانہ ہوتا ہے، بہت سے اسباب
ایسے پیش آجاتے ہیں کہ بچے تعلیم کو چھوڑ دیتے ہیں اسلئے اگر اس سن
میں قرآن مجید کی تعلیم دی جائے تو ممکن ہے کہ بہت سے لڑکے قرآن کی
تعلیم سے محروم رہ جائیں۔ البتہ بچپن میں بچے باپ کے فرماں بردار ہوتے
ہیں۔ اس لئے وہ اس سن میں کم از کم قرآن کی تعلیم تو حاصل ہی کر لیتے ہیں
البتہ اگر یہ یقین ہو کہ لڑکا بچپن سے لیکر زمانہ شباب تک اپنا تعلق سلسلہ
جاری رکھے گا تو ابن خلدون کے نزدیک قاضی ابوبکر کا طریقہ بہتر ہے۔

ان تمام تصریحات کے بعد مسلمانوں کی موجودہ ضروریات کے لحاظ سے تعلیم قرآن کا جو مناسب طریقہ قایم کیا جاسکتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) بہت سے نادار بچے یقینی طور پر اپنا تعلیمی سلسلہ آگے نہیں بڑھا سکتے اس لئے ان کو ابتدا ہی میں قرآن مجید پڑھا دینا چاہیے۔ اور یہی ان کی ابتدائی تعلیم بھی ہوگی اور یہی انتہائی بھی۔

(۲) جو لوگ اپنے بچے کو مکمل تعلیم دینا چاہتے ہیں یا دیسکتے ہیں اگر حصول برکت و ثواب کے خواہشمند ہیں تو وہ بھی یہی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں۔ بالخصوص انگریزی خواں طالب علم جن کو نہ قرآن مجید میں مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہے نہ ان کو اس کا وقت مل سکتا ہے۔ اور نہ ہمارے اسکولوں اور کالجوں میں قرآن پڑھانے کا کوئی انتظام ہے۔

(۳) جو بچے قرآن مجید کو حفظ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے بھی بچپن ہی کا زمانہ مناسب ہے۔

(۴) البتہ جو بچے مکمل طور پر عربی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے علوم عربیہ کی انتہائی کتابوں کے ساتھ قرآن مجید کا پڑھنا زیادہ موزوں ہوگا۔ تاکہ ان کو فہم و بصیرت حاصل ہو۔

قرآن مجید

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں انسان اور حیوان سب کے بھلائی کی بات لکھی ہے۔ یہ ہندو اور مسلمان، سکھ، پارسی، عیسائی، اور یہودی وغیرہ سب کے لئے ہے جو اس کو مان لے اور اس پر چلے وہ مسلمان ہے۔ اس سے خدا خوش ہوتا اور انعام میں جنت دیتا ہے۔ اور اس کو نہ ماننے اور اس کے خلاف کرنے والے سے خدا راضی نہیں۔ ان کو سزا ہوگی اور وہ دوزخ میں جائیں گے۔

قرآن پر چلنے والے دنیا کے بھی مالک بنتے ہیں اور دین کے بھی۔ کیونکہ اس میں جس طرح نماز، روزے، حج، زکواۃ، سچائی، دیانتداری اور اللہ کی معرفت اور محبت کی تعلیم ہے۔ اسی طرح محنت، حلال کی کمائی کمانے کھیتی اور تجارت، صنعت وحرفت وغیرہ کی بھی ترغیب ہے۔ آسمان وزمین کی چیزوں میں غور کر کے اُن سے فائدہ اٹھانے کی بھی تاکید ہے۔

قرآن کے ذریعے روئے زمین پر خدا کی حکومت پھیلتی، اللہ کا قانون جاری ہوتا۔ لوگ اللہ کے فرماں بردار بندے بنتے اور اللہ کی محبت سے انسان کے پیدا ہونے کی غرض پوری ہوتی ہے۔ دنیا سے برائی دور ہوتی اور ہر جگہ نیکی پھیل جاتی ہے۔

لغت میں قرآن کے معنے پڑھنے یا اُس چیز کے ہیں جو پڑھی جائے اور اصطلاح میں مسلمانوں کی اسلامی کتاب کا نام ہے۔ یہ بھی اسی مناسبت سے ہے

کہ یہ پڑھنے کی چیز ہے۔ اس کو ہمیشہ پڑھتے رہنا چاہیئے۔

قرآن مجید کے تیس پارے یعنی حصے ہیں۔ اور اس میں بہت سی سورتیں ہیں۔ تیرہ سو برس سے زیادہ ہوئے کہ ملک عرب میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے اندر ۲۳ برس کی مدت میں کبھی ایک سورت کبھی ایک یا دو چار آیتیں نازل ہوئیں۔ یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے ہم لوگوں کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرئیل فرشتے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے پورا قرآن آیا۔

مسلمانوں کا اس پر دین و ایمان ہے۔ ہر قسم کی عبادتیں اور ہر قسم کے معاملات کا اس پر دار و مدار ہے۔

جس طرح قرآن کا پڑھنا لازمی ہے اسی طرح معنی و مطلب غور و فکر، اور سمجھ بوجھ کر عمل کی نیت سے پڑھنا بھی ضروری ہے۔

اس کا صحیح پڑھنا، خوش الحانی اور سنوار کر پڑھنا بھی ضروری ہے اور جیسے اپنے لئے قرآن کا حاصل کرنا ضروری ہے اسی طرح جو کچھ سیکھتے جائیں اسے دوسروں کو بھی سکھاتے جائیں۔

بچوں پر لازم ہے کہ وہ جو کچھ استاد سے سیکھیں اس کو سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو ہر روز سنائیں اور اپنے بھائی بہنوں کو پڑھائیں۔

بِسْمِ	اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ
شروع ساتھ نام	اللہ کے	بخشش کرنے والا	بڑا مہربان

قرآن شریف میں اگرچہ لکھا نہیں جاتا لیکن پڑھتے وقت پہلے

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ

میں پناہ میں آیا اللہ کی سے شیطان مردود۔

میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آیا پڑھنے کا حکم ہے۔ اس لئے کہ شیطان چاہتا ہے کہ انسان قرآن سے فائدہ نہ اٹھائے تو اُس کا یہ چاہنا بیکار ہو جاتا ہے۔

خدا کی پناہ میں آنے کے بعد کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اس لئے شیطان بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ یہ شیطان مردود ہے یعنی اللہ کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس نے خدا کا حکم نہیں مانا تھا۔

فائدہ تعوذ پڑھنا سنت ہے بلکہ قرآن کا حکم ہے۔ خدا کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیئے۔ جب کسی غیر اللہ کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا چاہیے۔ بدوں کا ساتھ نہیں کرنا چاہیے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع ساتھ نام اللہ کے بڑا مہربان نہایت رحم والا

مسلمانوں کو صرف جائز کام کرنے کا حکم ہے اور اس کی ابتدا میں بسم اللہ کا کہنا سنت ہے۔ کیونکہ جو کام بسم اللہ کہکر شروع نہ کیا جائے تو اُس میں برکت نہیں ہوتی۔ اور وہ ناقص رہتا ہے۔ پورا نہیں ہوتا۔

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اور ہر سورت کے آغاز میں بسم اللہ کہنا سنت ہے۔ اور نماز میں الحمد سے پہلے بھی بسم اللہ کہنی سنت ہے۔

دنیا میں دو طرح کے کام ہوتے ہیں اچھے یا برے۔ اگر کوئی شخص

عادت کرے کہ وہ جب کوئی کام کریگا اللہ کا نام ضرور لیگا تو وہ جب کریگا تو اچھا ہی کام کریگا۔ بُرے کام ہرگز نہ کریگا۔ کیونکہ بُرا کام خدا کو پسند نہیں۔ پھر اُس بُرے کام پر خدا کا نام کیونکر لے سکتا ہے۔

دنیا کے ہر مذہب، ہر تعلیم، ہر قانون اور ہر وعظ و نصیحت ہر اچھی تالیف و تصنیف کا یہی مقصد ہوتا ہے کہ انسان اچھے کام کرے اور بُرے کام سے باز رہے۔ اتنا بڑا عظیم الشان کام اور فائدہ قرآن مجید کی صرف ایک ہی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم سے پورا ہو جاتا ہے۔ پھر سارے قرآن کے فائدے کا کیا ٹھکانا ہے۔

خلوص کے ساتھ اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اُس کی عظمت و شان عزت و جلال اور بزرگی کا خیال کرتے ہوئے بسم اللہ کہی جائے تو انسان میں حوصلہ، بزرگی، اعلیٰ خیال وغیرہ اسی وقت دماغ میں بس جائے اور روحانیت و و بیداری خون میں سرایت کر جائے۔ مسلمان بچوں کو شروع سے ہی اس کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ	الْعٰلَمِیْنَ	اَلرَّحْمٰنِ
سب تعریف	اللہ کیواسطے	جو مربی ہیں	سارے عالم کے	جو بڑے مہربان
الرَّحِیْمِ	مٰلِكِ	یَوْمِ	الدِّیْنِ	اِیَّاكَ
نہایت رحم والے ہیں	جو مالک	روز	جزا کے	آپ ہی کی

نَعْبُدُ	وَاِیَّاكَ	نَسْتَعِیْنُ ۝	اِهْدِ نَا
ہم عبادت کرتے ہیں	اور آپ ہی سے	مدد کی درخواست کرتے ہیں	بتلا دیجیے ہم کو

الصِّرَاطَ	الْمُسْتَقِیْمَ ۙ	صِرَاطَ الَّذِیْنَ	اَنْعَمْتَ
رستہ	سیدھا	رستہ اُن لوگوں کا	انعام فرمایا ہے آپ نے

عَلَیْهِمْ ۙ	غَیْرِ	الْمَغْضُوْبِ	عَلَیْهِمْ
جن پر	نہ رستہ اُن لوگوں کا	غصہ کیا گیا ہے	جن پر

وَلَا	الضَّآلِّیْنَ ۝
اور نہ اُن لوگوں کا	جو گمراہ ہوئے

یہ سورت مکی ہے یعنی مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورت کے کئی نام ہیں۔ جن میں سے ایک سورہ فاتحہ بھی ہے۔ یہ اس مناسبت سے کہ قرآن مجید کا اس سے آغاز ہوتا ہے اور نماز کا بھی۔ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ اس کے اخیر میں آمین کہنا سنت ہے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ رحمت و مالکیت کا بیان ہے بندوں کو دعا اور عبادت کی تعلیم ہے۔ گویا یہ سورت ایک درخواست ہے جو احکم الحاکمین خدا کے دربار میں پیش کرنے کے لئے بندوں کی طرف سے خود ذات باری نے تعلیم فرمائی ہے۔

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو جملہ مخلوق کا پروردگار ہے رحمٰن ہے رحیم ہے۔ قیامت کے دن کا مالک ہے۔ جس طرح آسمان و زمین کا مالک ہونا اُس ذات کا آج ثابت ہے۔ اسی طرح کل قیامت کے دن بھی اسی کی بادشاہت ہوگی۔

جب یہ حال ہے تو کہنا پڑتا ہے کہ اے میرے خدا! تو اس لائق ہے کہ ہم تیری ہی عبادت کریں اور ہر کام میں تیری ہی مدد چاہیں۔ اور سب سے زیادہ اہم اور ضروری تو یہ ہے کہ ہم کہتے رہیں کہ اے ہادیِ مطلق تو ہم کو سیدھا راستہ دکھا۔ اُن کا راستہ یعنے طریقہ جن پر تو نے اپنا فضل کیا۔ جو انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحا ہیں۔ انہیں پر تو نے اپنے انعامات کی بارش فرمائی۔ کیونکہ یہ اپنے ظاہری و باطنی نیک عمل کے سبب سے اسی کے مستحق تھے۔

اے میرے خدا تو ہمیں اس راستے سے بچانا۔ جو گمراہوں کا ہے جس پر کافر، مشرک، اور منافق چلے اور تیرے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

اے اللہ تو ہمیں اپنی نعمتوں کے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرما ہمیں شکر گزار بندہ بنا۔ ہر قسم کے شرک سے بچاتا رہ۔ تو ہی حافظِ حقیقی ہے تو ہمارے ہر جائز کام میں ہماری مدد فرما۔ اس لیے کہ کامل اختیارات صرف تجھ ہی کو ہیں۔

ام القرآن اس سورت کو ام القرآن بھی کہتے ہیں کیونکہ پورے قرآن مجید میں جو باتیں تفصیلی طور پر ہیں اس میں اجمالاً مذکور ہیں۔ قاعدہ بھی ہے کہ تفصیل سے پہلے اجمال کا بیان ہوتا ہے۔

ہر قسم کی تجوید، تحمید، تہلیل، تکبیر، ثنا، شکر، تسبیح اور تقدیس وغیرہ جو قرآن کے تیس پاروں
میں ہے وہ صرف کلمۂ الحمد میں شامل ہے۔ جلال کی صفتیں، ربوبیت کا بیان، اور الوہیت کا ذکر جو تمام قرآن میں ہے
وہ اللہ اور لفظ رب میں ہے۔ آسمان، زمین، جن و انس، وحوش و طیور، انبیاء، صدیقین، شہداء، صلحا، اولیاء متقین
غرض کل افراد، کل مصنوعات، کل مخلوقات، کا ذکر جو کچھ قرآن میں ہے وہ کلمۂ عالمین میں پوشیدہ ہے
رزق انعام اور بندوں پر احسان کرنا اور تربیت و اکرام وغیرہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ کلمۂ الرحمٰن میں
پنہاں ہے۔ رحمت کی زیادتی، گناہوں کی بخشش جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب کلمۂ الرحیم میں درج ہے
قدرت و عظمت، بقاء، ہمیشگی، شریک، نیز وغیرہ سے ہر طرح کی پاکی لفظ مالک میں ہے۔ قیامت کا ذکر
نعمتوں کا عطا کرنا، بہشت، دوزخ، مصائب، حساب، میزان، پل صراط، بعث بعد الموت وغیرہ کا
بیان جو کچھ ہے وہ کلمۂ یوم الدین میں رقم ہے۔ ہر قسم کی عبادات، روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، صلۂ
رحمی وغیرہ کی کیفیت جو کچھ قرآن میں ہے۔ وہ ایک کلمے ایاک نعبد سے ملا ہوا ہے۔ استعانت، توکل،
مددگاری، کامیابی، فتح وغیرہ کا ذکر ایاک نستعین میں درج ہے۔ ہدایت، توفیق، دعا، سوال، الحاح، التجا،
گریہ زاری جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب اہدنا میں پوشیدہ ہے۔ حلال و حرام اور امر و نواہی وغیرہ کا بیان
صراط مستقیم میں پایا جاتا ہے۔ سعادت و نیکبختی، مکارم اخلاق، افعال فاضلہ، انسانیت، خصائل پسندیدہ
دین و دنیا کی راہ کی کیفیتیں، مدارج کا بلند ہونا، نجات کے اسباب، تفصیلی طور پر جو قرآن حکیم میں ہیں
وہ سب صراط الذین انعمت علیہم کے اندر ہیں۔ قوموں کے بننے، بگڑنے کی طرف اشارہ، بنی اسرائیل
کے کفران نعمت اور اس کی وجہ سے ان کا مغضوب ہونا، انبیاء کا جھٹلانا، قتل پر اتفاق، نافرمانی،
اس پر اصرار، شہادت وغیرہ کلمۂ غیر المغضوب علیہم میں مضمر ہیں۔ مشرکوں کے احوال، گمراہوں
کے اذکار جو کچھ سارے قرآن میں ہیں وہ کلمۂ الضالین میں درج ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امن و سلامتی کا پیغام

(حاجی محمد موسیٰ خان صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ)

قرآن مجید

بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ (سورۃ بروج)

آدمی اور زمین کا تعلق

انی جاعل فی الارض خلیفہ "میں زمین میں خلیفہ کرنیوالا ہوں"

درحقیقت آدمی اس زمین کا انتظام قائم رکھنیکے واسطے خلیفۃ اللہ ہے یا اللہ کی طرف سے کارپرداز ہے جو خلاق اکبر کے اس ارادہ کا ظہور رہے ہے جو قرآن مجید کی اس آیت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ یہہ آیت خلافت آدم کے قرآنی قصہ کا ایک ٹکڑا ہے۔

ذرا اس آیت کے الفاظ پر عمیق نگاہ ڈالو "میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنیوالا ہوں" یہہ مالک فطرت کے اس ارادہ کا انکشاف ہے جو آدم کی پیدائش یا اسکی خلافت فی الارض کا ایک ہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ یہہ خلاق عالم کا کارپرداز اپنے مالک کی مرضی کے موافق اس زمین کا ایسا انتظام کرے کہ امن اور سلامتی کا دور قائم رہے اور فتنہ و فساد برپا نہ ہونے پائے اور خون خرابے سے یہہ زمین محفوظ رہے جسکا اندیشہ قرآن مجید میں فرشتوں کی زبان سے اس موقع پر ظاہر کر دیا گیا ہے یہہ از روے قرآن مجید آدمی کی خلافت فی الارض کا مقصد جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور اس زمین پر جنس آدم کا کارنامہ اور آدمی اور زمین کا تعلق اس پر غور کرنے کے بعد کوئی

سمجھدار آدمی انسان کے اس فرض منصبی سے جس کو خلافت فی الارض کے
الفاظ میں بیان کیا گیا ہے انکار نہیں کر سکتا کہ زمین پر آدم کا ظہور اسلئے
ہے کہ خوش اسلوبی کے ساتھ زمین میں انتظام قائم رکھے۔

آدمی کی فطرت

فطرت اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ

اللہ کی فطرت وہ ہے جس پر اس نے آدمی کو پیدا کیا اللہ کی خلقت کے لئے تبدیلی نہیں ہے

قرآن مجید میں آدمی کی فطرت یا اس کی بناوٹ کی یہ ایسی بدیہی حقیقت بتائی
گئی ہے جس سے کوئی کیسے ہی کتنا منکر بھی انکار نہیں کر سکتا خواہ اس کی کوتاہ سمجھ
فطرت یا نیچر تک پہونچ کر رک گئی ہوا ور وہ خالق فطرت تک نہ پہونچ سکا ہو مگر
فطرت اللہ یا فطرت یا قانون قدرت میں تبدیلی غیر ممکن ہے اس سے کوئی آدمی
انکار نہیں کر سکتا۔ انسان یا آدمی اپنی فطرت میں ضرور کسی اعلیٰ ہستی کا تابعدار
ہے۔ پیدائش حیات اور موت ان تینوں حالتوں پر جو آدمی پر ضرور گزرتی
ہیں آدمی کو ذرا سا بھی اختیار نہیں یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کیوں پیدا
ہوا؟ کیوں پیدائش سے اپنے کو محفوظ نہ رکھ سکا تاکہ اس دنیوی بکھیڑوں
سے بچ جاتا؟ اس کا جواب بس ایک ہی ہے کہ اختیار نہ تھا۔ آدمی کیا تھا
کیا ہے؟ اور کیا ہو جائیگا یہ آدمی کی حالت کے متعلق منفرداً یا مجتمعاً کسی نگاہ
سے بھی تین سوالات ہیں جنکا جواب شافی وکافی کبھی نہیں ملا اور نہ بظاہر حالات
کبھی مل بھی نہیں سکیگا۔ کیونکہ منفرداً آدمی کی حیات نہایت محدود ہے اور ان

سوالات کا جواب موجودہ علم انسانی سے بالاتر ہے ان سوالوں پر غور کرتے کرتے عمر خیام جیسا فلسفی شاعر چیخ اٹھا ہے

آوردہ چو اضطرابم اول بوجود | جز حیرتم از حیات چیزے نفزود
رفتیم باکراہ وندانیم چہ سود | زیں آمدن و بودن و رفتن مقصود

ایک اردو کے شاعر نے ان سوالوں کا جواب بڑے پیارے لفظوں میں دیا ہے۔

لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے | اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

مگر آدمی کے یہہ تینوں حالات پیدایش، حیات اور موت جس میں انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے یقینی مجبور ہے جس میں "خلق اللہ" ہونے کی وجہ سے تبدیلی غیر ممکن ہے ان تینوں حالتوں کا تعلق صرف خالق پیدا کرنے والے اور مخلوق پیدا ہوئے آدمی سے ہے اور غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ خالق اور مخلوق کا یہہ تعلق بھلائی یا برائی کے سطحی اثرات سے یقینی بالاتر ہے پیدا کرنا زندہ رکھنا مارڈالنا یہہ احکامات فطرت اللہ کے متعلق ہیں اور انکی تعمیل پر آدمی مجبور ہے۔ خالق اکبر بھلائی یا برائی کے اثرات سے اتنا پاک اور اتنا بلند ہے کہ آدمی کی مادی سمجھ جو زمان اور مکان کی محتاج ہے جو گرمی سردی اور دوسرے شمسی اثرات سے متاثر ہو جاتی ہے وہاں تک پہونچنے سے قاصر ہے بہرحال آدمی کے متعلق یہ تینوں حالات پیدایش حیات اور موت جنکا تعلق براہ راست صرف خلاق اکبر اور آدمی سے ہے ان تینوں حالتوں کا ذرا سا بھی تعلق۔ زمین کے انتظام یا عالم انسانیت کے منصب خلافت سے

متعلق نہیں ہے۔

مگر آدمی کی فطرت کے ان تینوں امور میں حیات ایک ایسی حالت ہے جس میں خواہ نخواہ آدمی کا تعلق وقت سے پیدا ہوجاتا ہے اور سکنڈ منٹ گھنٹہ دن مہینہ اور سال انسان پر برابر گذرتا رہتا ہے اور اسی وقت کے ماتحت آدمی اپنا فرض منصبی خلافت کے سرانجام میں مصروف رہتا ہے اور ان حالات میں انفرادی حالت سے گزر کر آدمی کا تعلق اجتماعی حالت سے پیدا ہوجاتا ہے یعنے کرۂ ارض پر آدمی کو عالم انسانیت کے ایک جز کی حیثیت سے کام کرنا پڑتا ہے اور یہی آدمی کے اچھے یا برے کام سے تعلق کا زمانہ ہوتا ہے اور اب اس کو اچھے اور برے کام کی تمیز کی ضرورت لاحق ہوجاتی ہے اچھا کام یا برا کام بھلائی یا برائی صواب یا عیب انکے باہم فرق کیا ہیں یہہ تو ذرا سے غور سے سمجھ میں آجاتا ہے اچھا کام بھلائی اور صواب وہ کام ہے جس سے عالم انسانیت کی سلامتی اور امن میں منفرداً یا مجتمعاً مدد ملتی ہو اور کرنے والے کے ساتھ ہی سوسیٹی کو اس سے فائدہ پہونچے اور اسکے برعکس برا کام برائی اور عیب میں وہ انسانی افعال شامل ہیں جنسے منفرداً اور مجتمعاً عالم انسانیت کو مضرت پہونچتی ہے یا عالم انسان کی سلامتی اور امن میں برہمی پیدا ہوتی ہے۔ غرض صواب یا عیب کے افعال انسانی جنکا اثر صرف کرۂ ارض یا عالم انسانیت یا مخلوق تک محدود رہتا ہے ایسے اعمال کا تعلق براہ راست انسان کے خلافت فی الارض کے عظیم الشان منصب اور زمین کی دنیا کے انتظام سے ہے ان اعمال میں منفرداً

یا مجتمعاً آدمی ایک حد تک آزاد ہے اور اپنے اعمال کا ذمہ دار اور اسکے مطابق جزا یا سزا کا مستحق اگر اچھا کریگا اچھا نتیجہ بھوگیگا برا کریگا برا نتیجہ بھوگیگا قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ ہے۔

خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا (سورہ ملک)

موت اور حیات پیدا کی تاکہ ان کو جزا دیجائے جن کے عمل اچھے ہیں" (ترجمہ)

قرآن مجید کب کس حالت میں اور کیوں نازل کیا گیا

ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین (قرآن مجید سورہ بقر)

"یہ کتاب اس میں شک نہیں متقی لوگوں کو ہدایت کرنے والی ہے۔"

یہہ تو معلوم ہے کہ قرآن مجید اب سے چودہ سو برس پہلے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے نازل ہوا۔ کس حالت میں نازل ہوا اسے ذرا آدمی کو تاریخی حیثیت سے نگاہ ڈالنا پڑیگی تاکہ معلوم ہو جائے کہ عالم انسانیت پر کیا حالات گزر رہے تھے جب کہ قرآن مجید نازل ہوا تھا۔

ہمارے ساتھ میں جو تاریخی ذخیرہ ہے خواہ وہ قدیم چینیوں کا ہو یا قدیم ہندؤں کا۔ خواہ وہ یہودیوں کا مرتب کردہ ہو یا نئی جرح و تعدیل کے قواعد کے ماتحت مرتب شدہ ہو سب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب چودہ سو برس پہلے قرآن مجید کے نازل ہونے سے قبل بقول مولانا حالی مرحوم۔

اک اندھیرتھا ریج مکوں میں چھایا

تمام کرۂ زمین پر ہرجگہ آدمی خلافت فی الارض کے فرض منصبی
یعنی اس زمین پر سلامتی اور امن قائم رکھنا اسکو بالکل بھول چکا تھا دنیا کے
کسی ملک میں عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کا کھوج تک باقی نہیں رہا تھا
یہہ اس درجہ خراب حالات عالم انسانیت پر گزر رہے تھے کہ قدیم چینی
مورخ اسکو جہل کا زمانہ کہہ گئے ہیں قدیم ہند محقق اسکو "کل جاگ" یا "کل یگ"
نام بتا گئے ہیں ۔ یہودیوں کا قدیم عہد نامہ توریت اسکو جنگ و جدل اور قتل و
غارت کا زمانہ بتاتی ہے کہ یہودی قوم ایک تسلی دینے والیکی منتظر رہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں عالم انسانیت سے تسلی مفقود
ہوچکی تھی اور آج کے مغربی محقق اس تاریخی عہد کو (Dark Ages
یا "دور مظلمہ" کہتے ہیں عالم انسانیت پر ایسی تباہی گزر رہی تھی اس حالت
میں قرآن مجید عالم انسانیت کی رہنمائی کے واسطے نازل کیا گیا۔

اس دور مظلمہ کی تاریخ پر سرسری نگاہ ڈالنے سے اس عہد کی عالم
انسانیت کی بربادی کا ایک بڑا سبب یہہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ بنی آدم کے
درمیان محبت اور ہمدردی کا مادہ بالکل مفقود ہوگیا تھا اور عالم انسانیت
کا باہم تفرقہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ایک کا دوسرے سے کچھ تعلق سوائے
عناد و دشمنی عداوت اور نفرت کے باقی نہیں رہا تھا اس زمانہ میں ہر شخص
ذاتی اصول زیادہ سے زیادہ نسلی یا مقامی یا ملکی اور یہہ بہت کم یا مقامی
حکومت کے قانونی اصول کی پابندی تک اپنے کو محدود رکھتا تھا اور

یہہ اصول بھی جلد تبدیل ہوتے رہتے تھے بڑے پیمانہ پر عالم انسانیت سے نہ کسی کو کوئی سروکار نہ تھا اور نہ اس کا خیال دنیا کے پردہ پر کوئی اصول قانون ایسا موجود نہیں تھا جسپر آدمی بلا لحاظ ملت نسل قوم رنگ اور ملک کے بلا لحاظ منصب درجہ اور پیشہ کے کاربند ہوکر سلامتی اور امن سے بسر کرسکے اس عہد کی چین کی خانہ جنگی رومتہ الکبری اور فارس کی قومی منافرت اور جنگ وجدل فارسی اور وسط ایشیا کے ترکوں کی باہم خونریزیاں مصر کے بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل کی باہم منافرت اور مظالم جرمن گاتھ اور فرانس کے گال کی نسلی عداوت اور دشمن ہندوستان میں سیکڑوں برس کی مسلسل خانہ جنگی انگلستان کے اندر باہم خونریزی یہہ اس عہد کی آدمی کی سلامتی اور امن کی درہم برہم کردینے والی تاریخ ہے جس حالت میں قرآن نازل کیا گیا۔

زمانہ جاہلیت کی یہہ ہمہ ہمی یہہ فتنہ فساد اور یہہ خونریزی بنی آدم کے باہم منافرت کے باعث سے تھی اور باہم منافرت کے اہم اسباب میں سے ان لوگوں کے مخلوق معبود تھے ہر ملک ہر نسل اور ہر خاندان بلکہ ہر شخص کے خیالات اپنے اپنے مخلوق معبودوں کے تخیل کے مطابق بالکل ایک دوسرے سے علیحدہ تھے اور آدمی کے اتحاد خیالات کا کوئی ذریعہ باقی نہیں تھا۔ چین میں بودھ تا وکنفیوشش کے مخلوق معبودوں کا جھگڑا پریشان کر رہا تھا رومتہ الکبری تثلیث کی حمایت میں یا تثلیث کی آڑ لیکر آتش پرست ایران کی سلامتی اور امن برباد کر رہا تھا ادھر ایران اپنے مخلوق مذہب کے غرور میں سرشار رومہ کے آدمیوں کو تلوار کے گھاٹ

اٹھا رہا تھا یہی ایران یا فارس وسط ایشیا کے ترکوں سے ہر سر پیکار تھا کہ وہ مزدکی عقیدہ کو کیوں تسلیم نہیں کرتے مصر کے بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیلوں میں یہودکی اور مصر کے مقامی دیوتاوں کی پرستش مابہ النزاع بنی ہوئی تھی جس نے انسانی خوں سے دریا نیل کو خونی دریا بنا دیا تھا وڈن دیوتا اور تثلیث اس عہد کے یورپ کی بیشتر خونریزیوں کا ایک خاص سبب بنی ہوی تھی ہندوستان میں بودھ اور ویدک دھرم کی جنگ برپا تھی انگلستان بھی ایسی مذہبی جنگ سے محفوظ نہ تھا غرض معبودوں کے متعلق اختلاف نے مخالفت اور جنگ وجدال کا میدان تمام کرۂ ارض پر برپا کر رکھا تھا آدمی کے تخیل کا یہہ انتشار اور یہہ پریشانی تھی جس حالات میں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے قرآن مجید بھیجا گیا۔

خلاصہ یہہ ہے کہ نزول قرآن مجید کے زمانہ میں شخصی نسلی اور مقامی امتیاز کی شیخی اور کرامت کا گھمنڈ اور مخلوق معبودوں کے متعلق خیالات کا اختلاف یہہ حالات تھے جو اس عہد کی انسانی عداوت دشمنی اور عناد اور خونریزی کا سبب بنے ہوے تھے اور اس عہد کی آدمی کی سلامتی اور امن مفقود ہو چکا تھا اس وقت قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا کہ عالم انسانیت کی اصلاح کرے تاکہ اس ہمہ ہمی سے آدمی کی نسل کو نجات ملے اور جو لوگ گناہ سے بچنا چاہتے ہیں جو لوگ امن عالم کے خواہاں ہیں جنکو متقی کہا جاتا ہے وہ اس کتاب مجید سے ہدایت حاصل کر سکیں۔

قرآن مجید کی اِصلاحیں

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی اللناس و

"رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے

بینٰتٍ من الھدی والفرقان"

اور ہدایت کی صاف تعلیمات کا مخزن ہے اور فرقان"۔

قرآن مجید کا سب سے اصلاحی مسئلہ توحید ہے۔" قل ھو اللہ احد۰ اللہ الصمد۰ لم یلد۰ و لم یولد۰ و لم یکن لہٗ کفواً احد۰" کہہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور کوئی بھی اس کا کفو نہیں ہے یہ بلا استثنا شخص نسل ملک اور رنگ اور بلا استثنا پیشہ درجہ اور مرتبہ کے تمام" لوگوں کے واسطے ہدایت ہے" اور لفظ للناس "جکا ترجمہ" لوگوں کیا گیا۔ اس سے واضح ہوگیا کہ اس میں یورپ ایشیا افریقہ امریکہ گورا گندمی سیاہ کسی کی تخصیص نہیں ہے اگر آدمی اپنی مختلف توجہات مختلف مخلوق معبودوں کی طرف سے ہٹالے اور اصلی و احد معبود کی طرف متوجہ ہو جائے جیسا کہ قرآن بتاتا ہے تو عالم انسانیت کے اتحاد اور رواداری کے واسطے کس قدر راستہ صاف ہوجاتا ہے۔ اور بنی نوع انسان کی سلامتی اور امن کی طرف کیسا مضبوط قدم بڑھ جاتا ہے کیا اتحاد نسل آدم کے واسطے اس سے زیادہ صاف اور

اس سے زیادہ آسان اور اس سے زیادہ مستحکم کوئی اور شاہ راہ کوئی
اور طریقہ اور کوئی اور مذہب ہو سکتا ہے کیا بنی نوعِ انسان کے انتشار
بنی نوع انسان کی پریشانی اور بنی نوع انسان کے معاندانہ اور مخاصمانہ
جذبات جو نام نہاد مذہب کی آڑ میں اقصائے عالم میں انسانیت پر
ایک طوفان برپا کر رہے تھے اور جنسے دنیا بھر میں ایک کہرام مچا ہوا تھا
ایسے مفسدانہ جذبات کی قرآن مجید کی توحیدی شاہراہ یا جادۂ مستقیم یا
مذہب سے بڑھکر اصلاح ہو سکتی ہے توحید ایسی شاہراہ ایسا جادۂ
مستقیم اور ایسا مذہب ہے کہ مادی خیالات سے بالاتر ہے اور اسکی
سبب سے اسکے ذریعہ سے عالم انسانیت کے مختلف خیالات میں اتحاد
کی لہر پیدا ہو جانا آسان ہے اگر آدمی تمام مخلوق معبودوں سے ہٹکر
"اللہ احد لم یلد و لم یولد" کے واحد خیال کی طرف
رجوع ہو جائے اور اسی خیال پر تمام عالم انسانیت متحد ہو جائے تو
اس سے بہت بڑے پیمانہ پر عالم انسانیت کے مفسدانہ خیالات کی اصلاح
ہو جاتی ہے اور غور کرو تو خیالات ہی کا عالم آدمی پر مسلط ہے مولانا
روم کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔

تو جہانے بر خیالے بیں روان

گر دیدۂ بینا سے دیکھو تو تمام جلوہ توحید ہی کا [illegible]
جسکا ادنی تر پرتو ہے اور اس حقیقت کے مقابلے [illegible] توحید [illegible]
ازگن ہے خیال کی کیا حقیقت ہے۔

خلیل آسا درِ ملکِ یقین زن
نوائے لا احب الآفلین زن

اگر توحید کے ذریعہ سے عالم انسانیت میں اتحاد پیدا ہوجاتا یا آج پیدا ہوجائے تو عالمِ انسانیت کی سلامتی اور امن میں رخنے پیدا ہوجانیکا گمان بھی نہ رہے۔ قرآن مجید بتاتا ہے کہ توحید ایسی شاہراہ ایسا جادۂ مستقیم اور ایسا مذہب ہے کہ قدیم سے مصلحانِ بنی آدم جنکو نبی یا رسول کہا جاتا ہے اسی کی رہنمائی کرتے رہے ہیں اور قرآن مجید جسکا نقطۂ نگاہ عالم انسانیت کا اتحاد ہے تاکہ سلامتی اور امن قائم رہے اس قرآن مجید نے قدیم مصلحوں کے لائے ہوئے مذہب پر ایمان لانے کی ہدایت صاف لفظوں میں اس طرح کی ہے۔

قل اٰمنّا باللہِ وما انزل علینا وما انزل علےٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہٗ مسلمون۔ آل عمران۔

کہدے ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پہ اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم پر اور اسمٰعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اولاد پر اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ لائے اور انبیا اپنے رب سے ہم ان میں کسی میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسکے فرمانبردار ہیں''

اس آیت میں لفظ النبیون من ربھم میں کسی خاص براعظم

یا حصۂ دنیا کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ہر جگہ کے انبیا جو قرآن مجید سے قبل
آچکے سب کی فرمانبرداری کی ہدایت ہے۔ اس سے قرآن مجید کی رواداری
اور وسیع فیاضی کا پتا چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا اصل
مقصد عالم انسانیت کے واسطے سلامتی اور امن کا سامان مہیا کرنا
ہے اور اسکے لئے وہ قرآن مجید ہر مذہب اور ملت والے کو انسان
کے عالمگیر اتحاد میں شامل کرنے کے واسطے اپنا ہاتھ کھولے ہوے
ہے بشرطیکہ توحید میں رخنہ نہ پیدا ہوجائے اور شرک نہ شامل ہوجائے
جیسا کہ قرآن مجید سے قبل نام نہاد "اہل کتاب" نے اپنے رسولوں اور
اپنی آسمانی کتابوں کو بھول کر دور مظلمہ میں اتخذوا احبارھم و
رھبانھم اربابا من دون اللہ" "ان لوگوں نے اپنے
علماء اور اپنے اولیاء کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا" اور اس طرح
مخلوق معبودوں کے تخلیہ سے اس عہد میں عالم انسانیت کی سلامتی
اور امن میں رخنہ پیدا ہوگیا تھا حالانکہ قرآن مجید سے پہلے کے انبیاء
اور ان کے متعلق آسمانی کتابیں "لا یامرکم ان تتخذوا
الملئکۃ والنبیون اربابا" "تمکو حکم نہیں دیتے کہ فرشتوں
اور نبیوں کو رب بنا لو" جیسا کہ اوپر کہا جاچکا ہے قرآن مجید سے
قبل دور مظلمہ کا عالم انسانیت کا فتنہ فساد اور خون خرابہ جس سے
دنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے اس کے مابہ النزاع مخلوق معبود اکثر او
بیشتر تھے۔ ایسے مخلوق معبودوں کی اصلیت پر نگاہ ڈالو اور جدید

علم الاصنام کے ذریعہ سے ان مخلوق معبودوں کی جانچ کرو تو معلوم ہوجائیگا کہ یہہ تمام مخلوق معبود قدیم زمانہ کے علماء اولیا اور انبیا کی فرضی تصویریں یا مجسمے یا فرشتوں کے خیالی بت تھے وہ علماء وہ اولیاء وہ انبیاء جنکی عمریں توحید کی اشاعت اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت میں ختم ہوگئیں یا وہ قوار ملکوتی جو فطرت اللہ کے قانون کے ماتحت اپنے فرض منصبی میں مصروف اور فرض منصبی کے سوا ان کو کسی سے سروکار نہیں گو قرآن مجید سے پہلے کے تمام اہل کتاب جادۂ مستقیم سے ہٹے ہوئے تھے تاہم کسی نہ کسی صورت میں انہیں اعلیٰ ہستی کا تصور موجود تھا اور قرآن مجید تو سلامتی اور امن کا منادی ہے اس لئے اس نے اہل کتاب میں اپنے کام کے واسطے رستہ دیکھ لیا اور انتہائی فیاضی اور بے مثل رواداری کے ساتھ قرآن مجید نے اہل کتاب کو ان لفظوں میں دعوت دیدی یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئاً و لا نتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دون اللہ" اے اہل کتاب اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ سوا اللہ کے ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے بعض کو بعض اللہ کے سوا رب نہ بنا لیں" اس سے بڑھکر بھی قرآن مجید نے اتحاد عالم انسانیت کا دائرہ اس طرح سو[illegible] جن میں وسیع کردیا ہے۔ فمن یومن بربہ فلا یخاف بخساً

ولا رھقا۔ پھر جب کوئی اپنے رب پر ایمان لایا اسکو نہ کسی نقصان کا خوف ہے اور نہ ظلم کا،، اس سے بڑھکر فیاضی کا دامن اور کیا وسیع ہو سکتا ہے۔ یہ تمام ثبوت ہے کہ قرآن مجید نے عالم انسانیت کی باہم ہمدردی اور محبت کا کیسا انتظام کیا ہے۔ تاکہ سلامتی اور امن قائم رہ سکے قرآن مجید سے پہلے آدمی کی سلامتی اور امن میں جو مہیب نفسانی جذبات رخنہ پیدا کر رہے تھے ان میں شخصی نسلی، قومی، اور مقامی امتیاز اور فوقیت کی ذاتی شیخی یا منصب، درجہ پیشہ، اور سرمایہ کا فرق اور ایسے صفاتی اور خیالی عظمت کا گھمنڈ یہ جذبات اور تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ایسے فرضی جذبات اور آدمی کی فطرت سے کوئی علاقہ نہیں اور آدمی کی چھ ضروریات کھانا، پینا، بول، براز، اور سونا جاگنا جنکی خاص تعداد ہر انسان کے واسطے خواہ وہ کوئی بھی ہو فطرت اللہ کی طرف سے مقرر کر دی گئی ہے جس میں کمی بیشی غیر ممکن ہے ان امور پر بھی مذکورہ فرضی شیخی اور گھمنڈ کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ دوسری طرف ظاہر ہے کہ ایسے متکبرانہ جذبات سے عالم انسانیت کے درمیان منافرت اور مخاصمت میں اضافہ ہوتا ہے اور دشمنی اور عناد میں بیشی ہوتی ہے جس کی مثالیں زمانہ جاہلیت یا دور مظلمہ کی تاریخ میں بھری پڑی ہیں اس لئے قرآن مجید نے ایسے خرافات کی اصلاح کو اور کھول کر بتا دیا کہ ایسے خارجی صفات آدمی کی برائی، فوقیت، عظمت، یا کرامت کا ذریعہ نہیں ہو سکتے بلکہ سورہ حجرات میں صاف بتا دیا گیا کہ ”ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک تمہارا سب سے بڑا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے اس طرح شخصی نسلی مقامی یا قومی امتیاز کی ذاتی شیخی اور غرور کے منافرت انگیز خیالات اور منصب درجہ پیشہ اور رشتہ کی فوقیت کے متکبرانہ منافرت خیز جذبات جو عالم انسانیت کے حق میں فتنہ و فساد کی جڑ تھے گرد بر د کر دے گئے اور اس طرح آدمی کو ذاتی اعمال حسنہ یا تقویٰ کی طرف توجہ دلا دی گئی تاکہ اس میں "اکرم" "بڑا" آدمی بنجانیکے اشتیاق میں اچھے کام کرنے کی طرف رغبت پیدا ہو اور برائی سے بچا رہنے کا خیال رہے اس مفید اصلاح کا عملی اثر قرآن مجید نے حضرت نوحؑ جیسے جلیل القدر رسول اور انکے گمراہ بیٹے کنعان کی مثال سے اور گم کردہ راہ آزر بت تراش اور بت فروش اور اس کے مقدس بیٹے حضرت ابراہیم جیسے خلیل اللہ کی مثال سے اور بھی واضح کر دیا اور صاف کر دیا کہ اگر تقویٰ اور برے اعمال سے نفرت اور اچھے اعمال کیطرف رغبت نہ ہو تو نسلی یا مقامی امتیاز ہرگز توجہ کے قابل نہیں ہے اسی طرح فرعون اور قارون وغیرہ کی مثال سے بتا دیا گیا کہ اگر تقویٰ یا اعمال حسنہ کی طرف سے بے پروائی ظاہر ہونے لگے تو سلطنت اور سرمایہ داری ہرگز فخر کے قابل نہیں ہے کرامت اور عظمت کا اگر کوئی وسیلہ ہے تو وہ تقوے اور بھلائی ہے جس سے آدمی کی ذات کے ساتھ ہی عالم انسانیت متاثر ہوتا ہے۔ اگر قرآن مجید کی یہ دونو اصلاحیں توحید اور تقویٰ کا جذبہ دور ظلمہ میں یا قرآن مجید سے پہلے کے متحارب فرقوں

کے پیش نظر ہوتا تو یقیناً عالم انسانیت فتنہ و فساد سے محفوظ رہتی جس میں اس زمانہ کا آدمی ہر جگہ مبتلا تھا اور جو اس عہد کی تاریخ آج بھی ہم کو دکھا رہی ہے۔

قرآن مجید سے پہلے مختلف شکلوں میں کبر اور غرور کے جذبات عالم انسانیت کے باہم منافرت اور افتراق پیدا کر رہے تھے جس سے اتحاد بنی آدم میں رخنہ پیدا ہو رہا تھا اور کرۂ ارض کے انتظام میں فرق آرہا تھا جس کے واسطے آدمی مامور کیا گیا تھا منجملہ اسکے ترک دنیا کا ایک خیال تھا جس کو رہبانیت یا سنیاس کہا جا سکتا ہے یہ لوگ اللہ کی مخلوق اور اس کی محبت اور ہمدردی سے معرا ہوتے تھے ان کو اللہ کی بنائی ہوی دنیوی نعمتوں سے نفرت ہوتی تھی وہ لوگ نعماء الٰہی کا استعمال اپنے پر حرام کر لیتے تھے اور فطرت اللہ کے عین برعکس وہ اپنی زندگی ظالمانہ خود آزادیوں کے لئے وقف کر دیتے تھے۔ یہ راہب یا سنیاس صرف اس پر اکتفا نہیں کرتے تھے کہ خود برسوں منہ ہاتھ نہ دھوئیں شادی نہ کریں اور طرح طرح کی اذیت اپنے جسموں کو پہونچائیں بلکہ اس کو نجات اخروی کا ذریعہ سمجھتے تھے اور اس طرح دنیا کے کام کرنے والوں سے متنفر اور اپنی نام نہاد عبادت پرست اور مغرور رہتے تھے دنیا کے انتظام میں جسکے واسطے آدم زمین کا خلیفہ مقرر کیا گیا ہے اس سے جو خلاف فطرت طریقہ ایسے راہبوں اور سنیاسیوں نے اختیار کیا تھا اس قدر برا اثر

پڑ رہا تھا کہ دور مظلمہ کا ہمارے زمانہ کا یوریپین مورخ اس حالت سے اس طرح گھبرا اٹھا ہے کہ "دنیا کی تاریخ اخلاق میں شاید اس وبار رہبانیت سے زیادہ پر درد اور پر اثر کوئی داستان نہیں۔
اس کا مطمح نظر انکا نصب العین ایک ایسا حقیر اور ولی اور فرومایہ اور مراقی وجود رہگیا تھا جو جہالت کا پتلہ حب وطن سے معرا اور لطائف خلقی سے بے بہرا ہو،، ایک دوسرا محقق گبن کہتا ہے کہ رہبانیت ایک وحشیانہ خصلت ہے جسنے" انسان کو مجرم اور خدا کو ظالم صورت میں پیش کیا (نعوذ باللہ) اس خرافات کی اصلاح قرآن مجیدنے ان لفظوں میں کی قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہٖ والطیبٰت من الرزق قل ھو للذین اٰمنوا فی الحیٰوة الدنیا خالصة یوم القیٰمة (الاعراف) کہ اللہ کی زینت جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے نکالی اور رزق میں سے پاک کس نے حرام کر دی کہدے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لاتے ہیں۔ دنیا کی زندگی میں اور قیامت میں خاص انہیں کے واسطے ہونگے،، پھر قرآن مجید نے سورہ مائدہ میں کہا۔ یاایھا الذین اٰمنوا لا تحرموا طیبٰت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین۔ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا
اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو مت حرام کرو پاک چیزوں کو جو اللہ نے تمہارے واسطے حلال کر دی ہیں اور حد سے مت بڑھ جاؤ حقیقت یہ ہے کہ

نہ اللہ ... حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور کھاؤ جو تم کو اللہ نے رزق دیا حلال پاک،، حقیقت یہ ہے کہ اگر سنیاس اور رہبانیت کو ٹھیک سمجھ لیا جائے تو زمین کی اللہ کی پیدا کی ہوئی نعمتیں فضول ہو جاتی ہیں۔ اور انسان کی خلافت فی الارض کا فرض منصبی نکما ہو جاتا ہے ۔ اور یہ فطرت اللہ کے قطعی خلاف ہے ۔ سورۂ مائدہ کی آیت میں ”لا تعتدوا“ حد سے مت بڑھ جاؤ،، خاص غور کے قابل ہے کہ اللہ کی نعمتوں کے استعمال میں اعتدال رکھنا چاہئے۔ قرآن مجید سے پہلے علم جیسا اللہ کی نعمتوں کا مخزن بھی انسان کے مغرور، متکبر اور غاصب طبقہ کی دست و برد سے نہ بچا تھا۔ اور اس بے ضرر نعمت علم کو بھی جبر و استبداد کا ایک آلہ بنا لیا گیا تھا جس سے آدمی کی فطری نعمت مساوات کا ستیاناس ہو گیا تھا اور انسانی سلامتی اور امن میں رخنہ پیدا ہو گیا تھا اگر ”کل جگ“ یا ”دور ظلمہ“ کے نام نہاد علماء دین کے رویہ پر نگاہ ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ علم کے عام فیضان کو روک کر اس اللہ کی نعمت کو بھی خاص خاص طبقوں اور خاندانوں کے اندر محدود کر لیا گیا تھا قدیم فارس کے برمن اور قرآن مجید سے پہلے کے ہندوستان کا برہمن خاندان دین کو نہ صرف اپنا ورثہ سمجھتا تھا۔ بلکہ غیر برہمن یا غیر برہمن کو دینی علوم حاصل کرنے کا حق بھی نہ تھا اور غیر برہمن بعض مقدس کلمات زبان پر بھی نہ لا سکتا تھا جو صرف برمن یا برہمن کے

واسطے مخصوص تھے اور اسی طرح برہمن یا برہمن اور غیر برہمن یا غیر برہمن کے دو انسانی طبقہ بالکل الگ الگ ہو گئے تھے اور عالم انسانیت کے درمیان مغائرت کی دیوار قائم ہو گئی تھی "کل جگ" یا "دور مظلمہ" میں فارس اور ہندوستان کے آدمی کی سلامتی اور امن پر اس علمی مغائرت اور منافرت کا کیا اثر پڑ رہا تھا اس کے واسطے فارس کے نوشیروان کے عہد کے مذہبی خونی واقعات مثال کی طور پر بیاں کر دینا کافی ہیں جبکہ اس عہد کے نام نہاد "علمار دین" کے فتوؤں کی بنار پر۔ جنہیں حکومت کو بھی جانچ کرنیکا حق حاصل نہیں تھا چہ جائیکہ عوام۔ فارسی، مزدکی، زردشتی، تثلیثی مذاہب کی فوقیت کے متعلق خانہ جنگی برپا تھی اور زردشتی نوشیروان باپ اپنے تثلیثی بیٹے نوشیراد سے صرف اس لئے لڑ پڑا کہ اسنے زردشتی مذہب کیوں اختیار کیا ہے اور اس لڑائی میں فارس کی امن اور سلامتی درہم برہم ہو گئی اور باپ کے لشکر کے ہاتوں بیٹا مارا گیا۔ قرآن مجید سے پہلے کے ہندوستان کی بودھ مذہب اور برہمنی مذہب کی سیکڑوں برس کی خانہ جنگی ایک نا قابل انکار تاریخی واقعہ ہے جس میں ہندوستانی اپنے بھائی ہندوستانی کو تلوار کے گھاٹ اتارتے رہے جس جنگ کی برہمنی کامیابی کی یادگار آجتک بکرمی سمت ہندوستان کی جنتری میں موجود ہے اور اگر ان خانہ جنگیوں کی حقیقت پر عمیق نگاہ ڈالی جائے

توصرف اس عہد کے نام نہاد برہمن یا برہمن علماء دین کے فتوے
ہونگے جن کی جانچ کا کسی کو اختیار نہ تھا بلکہ عام اہل ملک کو دم
مارنے کی بھی مجال نہ تھی - یہ بلا اور یہ کہرام ہر جگہ کارفرما تھا اور
یورپ میں تو قرآن مجید سے پہلے نام نہاد علماء دین نے وہ آفت
ڈھا رکھی تھی کہ اللہ کی پناہ ان حضرات کے ذریعہ سے نام نہاد
جمہوریہ رومۃ الکبریٰ میں آدمی کی سلامتی اور امن اس قدر درہم
برہم ہوگئی تھی کہ محقق گبن اور دوسرے روما کے مورخوں نے زوال
سلطنت رومہ کے اسباب میں سے ایک سبب قلمرو رومۃ الکبریٰ
کے فضول مذہبی جنگ و جدل اور قتل و غارت کو بھی قرار دیا ہے اور
واقعات پر عمیق نگاہ ڈالئے سے ایسے مورخوں کی رائے صحیح بھی معلوم
ہوتی ہے مثال کی طور پر نیقیا کی ۳۲۵ء قسطنطین والی مذہبی کونسل کا
خونی فیصلہ بتا دینا یہاں کافی ہے جس میں وسیع قلمرو رومۃ الکبریٰ سے
منتخب ہو کر تین سو اٹھارہ نام نہاد علماء دین شریک ہوئے تھے اور
ان دینی پیشواؤں نے آریوس جیسے محقق کے عقیدہ کو جو کتاب مقدس
کی محدود چھان بین پر ہی مبنی تھا اور جس میں اس غریب نے اپنی طرف
سے کچھ شامل نہیں کیا تھا اسکے عقیدہ کو اس کونسل نے نام نہاد
"قدیم" (آرتھوڈکس) تثلیثی عقیدہ کے برعکس قرار دیدیا اور آریوس کو
"شیطان کا خادم" قرار دیدیا اس سے قلمرو رومہ کے پرامن باشندوں
کے درمیان منافرت اور مخاصمت اس قدر بڑھ گئی کہ سنہ ۳۲۶ء میں

تھیوڈوسیس اول کے عہد میں آریوس کے مقلدین کو جو آرین کہلاتے تھے حکومت روما کے فرمان کے مطابق "ہیریٹک" (گمراہ) قرار دیدیا گیا ایسے فیصلے سے روما کی سلطنت میں وہ کہرام مچا کہ تمام قلمرو کی سلامتی اور امن درہم برہم ہوگئی اور حکومت کی طرف سے پر امن رعایا پر وہ مظالم توڑے گئے جس کے پڑھنے سے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اس قتل و غارت کا ایک ہی سبب تھا کہ نام نہاد علماء دین کے شخصی اختیارات اس قدر بڑھائے تھے جنکی جانچ کا کہ آیا وہ اختیارات مذہب کے خاص قانون کے اندر ہیں یا نہیں کسی کو اختیار نہ تھا کہ حکومتوں پر بھی انکا اتنا اثر تھا کہ وہ بھی بغیر اسے علماء دین کے مشورے کے کچھ نہیں کر سکتی تھیں یہ تاریخی واقعات ہیں جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن مجید سے پہلے علماء دین اپنے مقلدوں کو عبادت الٰہی کی بجائے عبادت بشری پر مجبور کرتے تھے اور خود اپنی اور اپنے خاندان یا جانور کی پرستش کراتے تھے اور اس کے واسطے ہر قسم کے فساد جائز سمجھتے تھے قرآن مجید نے سورۂ آل عمران میں ایسے نام نہاد علماء دین کی اس روش پر نہایت گہرے لفظوں میں اعتراض کیا ہے

ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتٰب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ....."

کسی بشر کے واسطے یہ نہیں کہ اس کو اللہ نے کتاب اور حکمت اور

اور نبوت دی پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم لوگ میرے واسطے بندے بنجاؤ
اللہ کے سوا" پھر ایسے نام نہاد علمار دین کے مغرور طبقہ کے کبر اور خودی
توڑنے کو سورۂ بنی اسرائیل میں قرآن مجید نے کہدیا" وما اوتیتم من
العلم الا قلیلا اور تم کو علم میں سے نہیں دیا گیا مگر بہت
تھوڑا" اسکے واسطے مثال کہ قدیم زمانہ کے نہ صرف علمار دین
بلکہ انبیا علیہم السلام تک کل جگ یا دور مظلمہ کے نام نہاد علمار
دین کی طرح اپنے علم کو کافی نہیں سمجھتے تھے اور اس پر نازاں نہیں
ہوتے تھے اور کبر و غرور نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے علم کی ترقی کے
لئے کوشاں رہتے تھے حضرت موسیٰ کلیم اللہ جیسے جلیل القدر نبی
کا قصہ سورۂ کہف میں بیان کرکے بتایا گیا کہ حضرت موسیٰ اپنے
علم کے واسطے پھر رہے تھے اور جس وقت انکو اللہ کے عالم بندوں
میں سے ایک بندہ مل گیا تو حضرت موسیٰ نے اس سے درخواست
کی "ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا"
کیا اس پر میں تیری تابعداری کروں کہ تو مجھے اچھا علم پڑھادے
جو تجھکو پڑھایا گیا ہے" پھر یہ ہی نہیں کہ کلجگ یا دور مظلمہ کے
نام نہاد علمار دین کے غرور یا تبختر کی اصلاح کی گئی ہو اور اسے
کافی سمجھ لیا گیا ہو بلکہ قرآن مجید نے صاف طور پر کہدیا کہ صرف
تبدیل دین کے واسطے جنگ و جدال برپا کرنا کسی طرح جائز نہیں
ہے اور دور مظلمہ یا کلجگ کے علمار دین اسکے لئے جو فتنہ وفساد

برپا کر رہے تھے اور زبردستی کر رہے تھے اس کے متعلق سورۂ بقر
میں صاف کہدیا گیا" لا اکراہ فی الدین" "دین میں زبردستی
نہیں ہے" اور سورۂ زمر میں اسکی تشریح کر دیگئی" فمن اهتدی
فلنفسه ومن ضل فانما یضل علیها وما انت علیهم
بوکیل پھر جس نے ہدایت پائی پھر وہ اس کے نفس کے واسطے
ہے اور جو گمراہ ہوا وہ اپنے پر ہی گمراہی ڈالتا ہے اور تو انپر وکیل
نہیں ہے" یہہ اور اس قسم کی آیتیں تبدیل عقیدہ کے واسطے جنگ
وجدال برپا کرنے کی ممانعت کرتی ہیں اس لئے کہ ایسی جنگ و جدال
صرف کسی گروہ یا شخص کا عقیدہ تبدیل کرانے کے واسطے برپا کیجائے
سلامتی اور امن پھیلانے کی مہم کے منافی ہے جو مہم قرآن مجید کا
عین منشا رہے کہ عالم انسانیت کی امن اور سلامتی کا انتظام کیا
جائے۔

مگر عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کی حفاظت کے واسطے جو
فطرت کے عین مطابق قانون قرآن مجید کے اندر بتایا گیا ہے۔
اس کی تبلیغ سلامتی اور امن کے متلاشی انسان کا زبردست فرض
ہے چنانچہ اس کے واسطے قرآن مجید میں ہدایت ہے۔ ادع الی
سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم
بالتی هی احسن (سورۃ نحل) بلا اپنے رب کے راستے کی
طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اور ان سے اچھی طرح بحث کر

پھر سورۂ حج میں کہدیا ہے" وادع الی سبیل ربك انك لعلی
هدی مستقیم اور بلا اپنے رب کے راستے کی طرف بیشک تو
سیدھے راستہ پر ہے"، مگر قرآن مجید سے پہلے کل جگ یا دور مظلمہ میں
جبری تبلیغ کے ذریعہ سے جو فتنہ وفساد برپا ہو چکا تھا جس کی مختصر تفصیل اوپر
بیان کی گئی ہے اسپر نگاہ رکھتے ہوے قرآن مجید نے تبلیغ کی حد مقرر
کردی ہے اور سورۂ نحل میں کہدیا ہے" فان تولوا فانما علیك البلاغ
المبین" "پھر اگر وہ لوگ نہ مانیں پھر تجھپر سوا اس کے نہیں کہ صاف پہنچا
دے" اس کو سورۂ شورہ میں اور بھی صاف کر دیا گیا ہے" فان اعرضوا
فما ارسلناك علیهم حفیظا ان علیك الا البلاغ
پھر اگر وہ لوگ پھر جائیں پھر ہمنے تجھکو انپر نگہبان نہیں بھیجا تجھپر صرف
تبلیغ کرنا ہے" سورہ مزمل میں ہے" واصبر علی ما یقولون واھجر
هم هجرا جمیلا وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومهلهم
قلیلا" جو کچھ وہ لوگ کہتے ہیں اسپر صبر کر اور خوبصورتی کے ساتھ
ان سے الگ تھلگ ہو جا اور مجھکو چھوڑ دے اور ان دولتمند جھٹلانے
والوں کو اور انکو تھوڑی مہلت دے" اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ
قرآن مجید میں تبلیغ میں بھی کس قدر امن اور سلامتی کا لحاظ رکھا گیا
ہے اور کس طرح مبلغ کو اسکی ہدایت کی گئی ہے۔
کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ امن اور سلامتی میں رخنہ پیدا ہونے
کی صورت میں اپنے بچاؤ کے واسطے یعنی حفاظت خود اختیاری کے

اخلاقی فرض ادا کرنے اور اپنی خودداری کی حفاظت کی غرض سے خود اعتمادی کا اعلیٰ مظاہرہ یعنی حملہ آور کے حملہ سے بچنے کے واسطے دلیری اور بہادری دکھانا اور مقابلہ کرنا بہتر ہے قرآن مجید ہرگز وزنہار ایسی جنگ وجدل کی اجازت نہیں دیتا جو اپنی طرف سے شروع کیجائے لیکن دفاعی جنگ کی بڑے احتیاط کے الفاظ میں اجازت دیتا ہے۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم" (سورہ بقر) لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تمسے لڑتے ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو نہیں لڑتے ان سے لڑنا ہرگز جائز نہیں ہے اسکو سورۂ ممتحنہ میں اور بھی صاف کردیا گیا ہے کہ امن پسند غیر مسلموں سے بہتر برتاؤ کیا جائے اور کہدیا گیا ہے" لا ینھٰکمُ اللّٰہ الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین"، "اللہ تمکو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو تم سے دین میں نہیں لڑتے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالتے یہہ کہ تم انکے ساتھ احسان کرو تحقیق اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

قرآن مجید میں سلامتی اور امن کا اتنا لحاظ رکھا گیا ہے کہ دوسروں کے مخلوق معبودوں تک کے متعلق حکم دیا گیا ہے لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ" (سورہ انعام) جن کو خدا کے سوا وہ لوگ بلاتے ہیں ان کو برا مت کہو"۔

قرآن مجید کے ان اصولی اصلاحوں پر عمیق نگاہ ڈالو! صاف

معلوم ہوجاتا ہے کہ عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کا بہترین نظام ملحوظ رکھا گیا ہے اور قرآن مجید سے قبل مذہب کے نام سے جو کچھ فتنہ فساد برپا تھا اس کے دفعیہ اور اس سے بچے رہنیکا مستحکم انتظام قرآن مجید کی رو سے بتایا گیا ہے۔

ان اصولی اصلاحوں کے ساتھ ہی روزمرہ انسان کو دینا برتنے میں کیا کیا ایسا طرز عمل رکھنا چاہیئے جس سے سلامتی اور امن قائم رہے اور دنیوی ترقی میں روک نہ ہو قرآن مجید کے معاشی سیاسی اقتصادی اصول اور قوانین صاف بتادیے ہیں مثلاً سورہ بنی اسرائیل میں ہدایت کیگئی ہے "وبا الوالدین احسانا اما یبلغن عندك الکبر احدھما اوکلٰھما فلاتقل لھما اف ولاتنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمھما کما ربیٰنی صغیرا۔ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا اگر تیرے سامنے دونو میں سے ایک یا دونو بڑھاپے کو پہونچیں پھر ان کو اف مت کہہ اور مت ڈانٹ ان کو عزت کی بات کہہ اور ان دونو کے لئے ذلت کا بازو نیچا کردے مہربانی سے اور کہہ اے رب رحم کر ان پر جس طرح چھوٹے پن میں انہوں نے مجھکو پالا" اس ایک قرآنی اصلاح پر غور کرو اگر دنیا اس پر کاربند ہوجائے تو زائد عمر والوں کی با عزت معاش کا مسئلہ نہایت آسانی سے طے ہوسکتا ہے اور انگلستان جیسے ملک کے قومی خزانہ کو بڑھاپے کے

زمانہ کی بندشی کی تحویل کی فکر سے نجات مل سکتی ہے پھر جن لوگوں سے ہر وقت کام پڑتا ہے ان کی تشریح کرکے اسی موقع پر قرآن مجید کہتا ہے۔
وآت ذا القربیٰ حقہٗ والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا۔" اور قرابتدار کو اس کا حق دے اور مسکین کو اور مسافر کو اور اسراف کے ساتھ فضول خرچی مت کر" یہ دولت کے استعمال کا کیا مفید قانون قرآن مجید کے ذریعہ سے بتایا گیا ہے ایک طرف ان لوگوں کی خبرگیری جنسے ہر وقت واسطہ پڑتا ہے اور دوسری طرف اسراف سے اپنے کو بچانا یہ امور انسان . . . .
کی سلامتی اور امن کے لحاظ سے کس درجہ مفید ہیں ایک طرف واسطہ داروں کی امن اور سلامتی کا انتظام ہے اور دوسری طرف ذاتی امن اور سلامتی کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے پھر اسی صورت میں کہا گیا ہے واوفوا الکیل اذا کلتم وزنوا بالقسطاس المستقیم ولا تقف مالیس لک بہٖ علم" اور پیمانے کو پورا کر ناپتے وقت اور تولو سیدھی ترازو سے اور جس بات کا تجھکو علم نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ" اس آیت کا ہر ایک حکم انسانی امن اور سلامتی کے خیال سے بے حد مفید ہے اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ پھر اسی آیت کے پہلے حکم ہے " واوفوا بالعہد ان العہد کان مسئولا۔ اور وعدہ پورا کر حقیقت یہ ہے کہ وعدہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پھر ہے ولا تمش فی الارض

مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا۔ اور زمین
میں اترا کے مت چل تحقیق زمین کو پھاڑ نہیں سکتا اور آسمان کی بلندی
تک پہنچ نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ کبر اور غرور اور اترانا دنیا کی ترقی کے
حق میں تو مفید نہیں ہو سکتا بلکہ ترقی کو اور نقصان پہونچتا ہے اس لئے
کہ مغرور اور متکبر اپنے کو مکمل سمجھ لیتا ہے اور آیندہ ترقی کی فکر کرنا چھوڑ
دیتا ہے دوسرے ایسا اترانا دوسروں کو ناگوار گزرتا ہے۔ اور انسانی
امن اور سلامتی میں رخنہ پیدا ہوتا ہے اس لئے قرآن مجید نے یہاں
اس کی اصلاح کر دی اور اس کی ممانعت کر دی اسی طرح اگر غور کیا
جائے تو قرآن مجید کے بتائے ہوئے فرائض اور محرمات ہر ایک
میں انسانی امن اور سلامتی کا لحاظ رکھا گیا ہے مگر دیدۂ بینا اور صبر
سکون درکار ہے۔

قرآن مجید انسانی سلامتی اور امن کے مفید قوانین کا ایسا
مجموعہ ہے کہ اس کا کوئی حکم اس اصول سے خالی نہیں اور کتاب
مجید میں امن اور سلامتی کی طرف عالم انسانیت کو اس طرح خاص کر
متوجہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ اس فطرت اللہ کے قانون کو اپنا ملجا و
ماوی بنالیں اور امن وسلامتی کے لحاظ سے اس کی پابندی اپنے پر
فرض کریں تاکہ دنیا یا اسی زمین کی خلافت کی خدمت کما حقہٗ انجام
دیجا سکے ان لوگوں کو قرآن مجید "الذین آمنوا" اور مسلمین
سے مخاطب کرتا ہے اور قرآن مجید کے بتائے ہوئے دین فطرت کے

اتباع کرنے والے اسی وجہ سے "مومن" اور "مسلم" یا "مسلمان" کہلاتے ہیں تاکہ یہ لوگ عالم انسانیت کی سلامتی اور امن کا ہر وقت خیال رکھیں اور اس کی حفاظت اپنا فرض عام سمجھیں واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم۔

قرآن مشکل ہے یا آسان

روئے زمین پر قرآن مجید سے زیادہ کوئی کتاب نہ آج غیر علمی ہے نہ رسمی اور نہ طرح طرح کی غلط فہمیوں میں مبتلا۔ اور پھر طرفہ یہ کہ یہ سب سلوک اس قوم کیطرف سے ہے جو اس کو اپنی کتاب کہتی اور طرح طرح سے خوش عقیدگی کا اظہار کرتی ہے غیر علمی تو یوں کہ عمل کی نیت سے اسلامی مدارس میں بھی یہ نہیں پڑھائی جاتی اور علما تک اس کو عمل کی نیت سے نہیں پڑھتے اس کا ثبوت لاکھوں علما کی موجودگی کے باوجود پھر بھی خدائی حکومت کا وجود نہ ہونا ہے بلکہ اس کیلئے طیاری اور خیال بھی پایا نہیں جاتا رسمی ہونا یہ تو ایسا ہے کہ شرم سے گردن نہیں اٹھائی جاتی۔ مثال کے طور پر ایک بات کافی ہے کہ بے معنی ومطلب کی تعلیم اور تلاوت قرآن مجید کے سوا دنیا میں کسی اور کتاب کی نہیں ہوتی

یٰلیتنی مت قبل ھٰذا وکنت نسیا منسیا۔

غلط فہمیاں بھی بے حساب ہیں بیشتر افراد خصوصاً علما کا خیال ہے
کہ قرآن نہایت مشکل کتاب ہے اور عوام کو اس کا قطعاً حق نہیں
کہ معنی و مطلب کے ساتھ پڑھیں اس لئے کہ بجائے ہدایت کے
گمرہی حاصل ہوگی۔

کچھ لوگ شائد ایسے بھی ہیں جو قرآن کو آسان کہتے ہیں اور
قرآن کی بعض آیات سے ہی استدلال پیش کرتے ہیں۔

غالباً یہ ہر دو طبقہ افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوا ہے بلکہ غلط
فہمی میں مبتلا ہے غلط فہمی کا زیادہ حصہ پہلے طبقہ کے نصیب میں ہے
لیکن کچھ دوسرے طبقہ کی قسمت کا بھی۔

یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ مدرسہ اور اسکول کا نصاب تعلیم بھی
طلبار کی استعداد کا اندازہ لگا کر طیار کیا جاتا ہے حالانکہ نصاب
کے تیار کرنے والے اس بات سے عاجز و مجبور ہوتے ہیں کہ صحیح
نتیجہ تک پہونچکر اس کام کو انجام دیں ہر طالب العلم کی ہر طاقت
عیب و صواب وغیرہ سے واقف نہ ہونے کا ہی سبب ہے کہ
لڑکے محنت کرنے کے باوجود امتحان میں ناکامیاب رہتے ہیں۔

لیکن قرآن وہ آسمانی نصاب ہے جو انسانوں کے پیدا کرنیوالے
نے تجویز فرما کر بھیجا ہے۔ وہ ہر انسان کی اہمیت سے اس قدر واقف
ہے جتنا خود انسان بھی نہیں۔

۲۔ وہ ظالم بھی نہیں ہے جو ایسا فرمان صادر فرمائے جس کے انجام دہی کی طاقت اس کے اس بندے میں نہ ہو جس کے لئے وہ فرمان صادر ہوا ہے وہ تو ظالموں کو اور ظلم کو پسند بھی نہیں کرتا چہ جائکہ نعوذ باللہ اس کی طرف سے خود ظلم ہو۔

آہ ! کہ اگر وہی ظلم کرنے پر اتر آئے تو پھر رحم کون کرے !!!

اب رہی یہ بات کہ قرآن میں کن لوگوں سے مخاطبت ہے ایا عوام کا اس سے استثناء ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں جس قدر عمومیت ہے خصوصیت اس کے مقابلے میں نہایت ہی قلیل ہے۔

یا یھا الناس اعبدو کے خطاب سے کس انسان کو علیحدہ کیا جا سکتا ہے وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون سے کس کو مستثنے کیا جا سکتا ہے۔ کنتم خیر امۃٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر سے کون سا مسلمان بچ سکتا ہے اور پھر اپنے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کس انسان کو نکال سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہی باتیں ہیں جو قرآن کو خدا کا کلام ثابت کر رہی ہیں اور یہی وہ ادا ہے جو قیامت تک کے لئے کافی ہے۔ اسی نے کسی دوسرے آسمانی صحیفہ کی ضرورت باقی نہیں رکھی۔

قرآن سے یا تو وہ لوگ واقف ہی نہیں ہیں یا جان بوجھکر قرآن سے دشمنی

کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ قرآن عوام کے لئے نہیں یا اس کی افہام و تفہیم عوام کی سمجھ سے باہر ہے۔ رہا یہ امر کہ قرآن آسان نہیں یہ بھی ایک مغالطہ ہے قرآن بے شک ہر انسان کی سمجھ کے لایق ہے اور اس کو ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا ورنہ کس قدر تعجب کی بات ہو گی کہ مخاطبت تو عوام سے ہو لیکن سمجھ کے لائق خواص کی ہو۔ قرآن تو عین فطرت انسانی کا نام ہے اس لئے جس قدر قرآن کو سمجھ میں آنا چاہئے کسی کتاب کو نہیں۔ اب قرآن کے مشکل ہونے کو لو۔ یہ تو سرے سے غلط ہے کسی چیز کا مشکل ہونا اور بات ہے اور اعلیٰ و ارفع ہونا اور چیز ہے اعلیٰ خیالات، بہتر مضامین وغیرہ کے اگر یہ معنیٰ ہیں کہ اسے مشکل کہا جائے تو یہ قرآن کی عظمت بیان کرنا نہیں بلکہ جن کے لئے قرآن ہے ان کو قرآن سے محروم کرنا ہے۔ اور یہی سبب تو ہے جو آج مسلمانوں کو تباہ و برباد کئے ہوئے ہے عبادت کا حصہ تو قطعاً ایسا ہے کہ فوراً ہر شخص کی سمجھ میں آجائے کیونکہ عبادت کے لئے تو بہرحال ہر مسلمان کو مدعیان قرآن بھی مجبور کرتے ہیں۔ ہاں فرق اتنا ہوتا ہے کہ بے سمجھی بوجھی اور ۔ دکھی پھیکی عبادت میں اور عارف ہنکر عبادت کرنے میں آسمان و زمین کا فرق ہوتا ہے۔

حروف مقطعات اور آیات متشابہات کی عوام کو اس معنیٰ کر کے ضرورت ہی نہیں کہ وہ اس کے مطلب اور وجوہ و اسباب پر عبور حاصل کریں مگر اس معنیٰ کر کے تو ہر شخص ان کو جان ہی لیتا ہے کہ یہ ہمارے جاننے کی نہیں ورنہ پھر ان کی تلاوت کے کیا معنیٰ اور مصحف پاک میں موجودگی کا کیا مطلب بہرحال قرآن یقیناً عوام کے لئے بھی ہے اور خواص کیلئے بھی قرآن آسان بھی ہے اور اعلیٰ ارفع بھی۔ (ابو محمد مصلح)